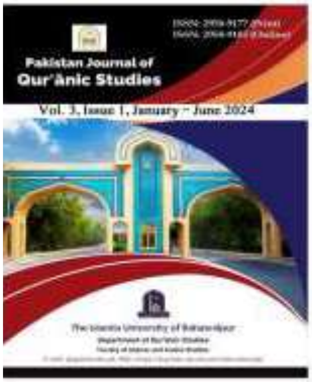

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 2, July – December 2024, Page no. 13-27
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/206
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2995
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i2.2995
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title ***Determination of " Fī Sabīlillāh" in the Verse of Zakāt Expenditures (An Analytical Study in the Light of the Opinions of Mujtāhid Imāms and Contemporary Scholars)***

Author (s): **Dr Zubair Tayyab**
Assistant Professor (Visiting), Air University, Multan Campus. drzee.miu@gmail.com

Received on: 12 June, 2024
Accepted on: 25 November, 2024
Published on: 15 December, 2024

Citation: Dr. Zubair Tayyab. 2024. "Determination of ' Fī Sabīlillāh' in the Verse of Zakāt Expenditures (An Analytical Study in the Light of the Opinions of Mujtāhid Imāms and Contemporary Scholars): آیت مصارفِ زکوۃ میں ''فی سبیل اللہ'' کی تعیین (ائمہ مجتہدین اور معاصر اہل علم کی تصریحات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 3 (2). https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2995.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

آیت مصارفِ زکوۃ میں "فی سبیل اللہ" کی تعیین

(ائمہ مجتہدین اور معاصر اہل علم کی تصریحات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Determination of " Fī Sabīlillāh" in the Verse of Zakāt Expenditures (An Analytical Study in the Light of the Opinions of Mujtāhid Imāms and Contemporary Scholars)

Dr Zubair Tayyab
Assistant Professor (Visiting), Air University, Multan Campus.
drzee.miu@gmail.com

Abstract:

The Qur'an has outlined these eight categories for the expenditure of zakāt; among them, an important category is "Fī Sabīlillāh." The literal meaning of "Fī Sabīlillāh" is generally understood as striving in the path of Allah. Generally, its concept and meaning are very broad. However, in the verse on the expenditures of zakāt, who exactly qualifies as "Fī Sabīlillāh"? On this issue, the opinions of Mujtāhid Imāms Fuqahā, Mufassirīn, and contemporary scholars differ. The present article examines the determination of "Fī Sabīlillāh" based on evidence. Contemporary scholars advocate for an unrestricted interpretation of "Fī Sabīlillāh." Some suggest a limited scope, while the majority of Muḥaddithīn and Fuqahā consider its scope to be very narrow. Both sides possess numerous arguments supporting their viewpoints. Among contemporary scholars, Dr. Allāmah Qarḍāwī has adopted a moderate position, including different types of jihād such as jihād with the pen and jihād with the tongue. This article will first present the views of later and contemporary scholars, followed by the opinions of the majority, and then analyze their arguments.

Keywords: *Fī Sabīlillāh, Islamic Jurisprudence, Zakāt Expenditures.*

تمہید

دین اسلام میں زکوۃ کی اہمیت، ضرورت اور اس کے مقاصد و اہداف متعین ہیں۔اس کی حیثیت اس لحاظ سے دوچند ہو جاتی ہے کہ زکوۃ کے مصارف شارع نے خود بیان کر دیئے ہیں اور ان کی تعیین کر دی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[1]

ترجمہ: زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے اور تالیف قلب کے لئے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور مقروضوں کے قرض میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

قرآن مجید نے زکوۃ کے یہ آٹھ مصارف بیان کئے ہیں ان میں ایک اہم ترین مصرف ''فی سبیل اللہ'' ہے۔ فی سبیل اللہ کے لغوی معنٰی عام طور پر اللہ کے راستے میں جدوجہد کرنے والے کیا جاتا ہے۔ عمومی طور پر اس کا مفہوم و معنٰی بہت وسعت رکھتا ہے۔ لیکن مصارف زکوۃ کی اس آیت مبارکہ میں ''فی سبیل اللہ'' کا حقیقی مصداق کون لوگ ہیں؟ اس بارے میں فقہائے کرام، مفسرین اور معاصر اہل علم کی رائے مختلف ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ''فی سبیل اللہ'' کی تعیین کا دلائل کی رو سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ''فی سبیل اللہ'' کی تعیین میں معاصر اہل علم مطلق توسع کے قائل ہیں۔ بعض حضرات ایک گونہ تحدید کے اور جمہور محدثین و فقہاء کے نزدیک اس کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں اولاً متاخرین اور معاصر اہلِ علم کی آراء پیش کی جائیں گی، پھر جمہور کی آراء پیش کرنے کے بعد ان کے دلائل کا تجزیہ کیا جائے گا۔

متاخرین اور معاصر اہل علم کا نقطہ نظر

یہ وہ پہلا گروہ ہے جس نے فی سبیل اللہ کے معنٰی و مفہوم میں عموم اور وسعت اختیار کی ہے۔ یعنی ''فی سبیل اللہ'' سے مراد ہر وہ عمل اور جدوجہد ہے جو دین اسلام کے پیش نظر روا رکھا جائے۔ اللہ کے راستے میں ہر جدوجہد کرنے والا فی سبیل اللہ کے تحت داخل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی خاص تخصیص شارع نے نہیں کی بلکہ اسے عموم پر قائم رکھا۔ ''فی سبیل اللہ'' کی تعیین میں عموم کو اختیار کرنے میں سر فہرست چھٹی صدی کے نامور فقیہ علامہ کاسانیؒ کا نام آتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''وفی سبیل اللہ عبارة عن جمیع القرب فیدخل فیه کل من سعی فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات إذا کان محتاجاً ''[2]

---

[1] التوبۃ60

[2] الکاسانی، علاء الدین ابو بکر مسعود، بدائع الصنائع، (مصر، دار الکتب العلمیہ، 1327ھ)، جلد دوم، ص40۔

ترجمہ: فی سبیل اللہ تمام نیکیوں سے عبارت ہے اور اس میں اللہ کی اطاعت اور نیکیوں کے راستہ میں کی جانے والی ہر کوشش داخل ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہو۔

علامہ کاسانیؒ کے ہاں بہر حال اس قدر عموم نہیں ہے کیونکہ وہ زکوۃ کو بہر حال فقر اور تنگدستی سے مقید کرتے ہیں۔ جن فقہاء کے ہاں "فی سبیل اللہ" مد میں فقر و احتیاج کی بھی شرط نہیں اس سلسلہ میں غالباً سب سے پہلے مشہور شافعی عالم" قفالؒ" نے بعض فقہاء سے توسع نقل کیا ہے اور کہا کہ:

"أنهم أجازوا صرف الصدقات الى جميع وجوه الخير من تكفين الموتى وبناء الحصون و عمارة المسجد لأن قوله وفى سبيل الله عام في الكل "[3]

ترجمہ: فقہاء نے تمام کارہائے خیر جیسے مردہ کو کفن، قلعوں اور مسجدوں کی تعمیر میں صدقات کے خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فی سبیل اللہ ان سب میں عام ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اسی قول کو نقل کیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی تائید بھی کی ہے:

"إعلم أن ظاهر اللفظ في قوله و في سبيل الله لا يوجب القصر على كل الغزاة[4]

شافعی فقیہ قفالؒ نے ان فقہاء کا نام ذکر نہ کیا جو لغوی معنی کے اعتبار سے اس مد میں وسعت کے قائل تھے، شاید ایسا اس لئے ہوا ہو کہ اس زمانہ میں یہ وسعت کا یہ قول "شذوذ" کا درجہ رکھتا تھا اس لئے انہوں نے اس کو قابل ذکر بھی نہ سمجھا ہو۔ اس کے بعد تین سو سال سے زیادہ عرصہ تک اس رائے کی کوئی تائید ہوتی نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ بعض مصنفین نے مذاہب و آراء کی نقل کے ذیل میں ایک ایسی رائے کی حیثیت سے اس کا ذکر کر دیا، جس کے حاملین اور قائلین بھی پردہ ابہام میں ہوں۔ پھر گیارہویں صدی کے مشہور محقق اور محدث علامہ مرتضی زبیدی (م 205ھ) نے اس کی تائید میں چند سطریں لکھیں، فرماتے ہیں:

يمكن أن يريد المجاهدين والإنفاق منها في الجهاد لأنه يطلق عليه هذاالاسم عرفاً و يمكن أن يريد سبيل الخير كلها المقربة إلى الله[5]

---

[3] الرازی، فخر الدین، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، (بیروت، دار إحیاء التراث العربي، 1420ھ)، جلد پنجم، ص 113۔

[4] ایضاً، جلد پنجم، ص 115۔

[5] الزبیدی، محمد بن محمد الحسینی، اتحاف السادۃ المتقین، (کویت، الشؤون العربیہ، 1432ھ)، جلد چہارم، ص 250۔

ترجمہ: ممکن ہے کہ مجاہدین پر اور جہاد میں خرچ کرنا مراد لیا جائے، اس لئے کہ عرف میں اس نام فی سبیل اللہ کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خیر کے وہ تمام راستے جو اللہ سے نزدیک کرنے والے ہیں، وہ مراد ہوں۔

پھر آگے اس کی تفصیل بھی پیش کر دی اور اس میں توسع کا دائرہ نہایت وسیع کر دیا چنانچہ لکھتے ہیں:

بل ما تقتضيه المصلحة العامة لكل انسان بل لكل حيوان حتى الشجرة يراها تموت عطشا فيكون عنده بما يشترى لها ما يستقيها به من مال الزكاة فيسقيها بذالك فإنه من سبيل الله و إن أراد المجاهدين فالمجاهدون معلومون بالعرف من هم والمجاهدون أنفسهم أيضا في سبيل الله فيعانون بذاك على جهاد أنفسهم[6]

ترجمہ: بلکہ ہر انسان، بلکہ ہر جانور یہاں تک کہ وہ درخت جو پیاس سے سوکھ رہا ہو، کے لئے مصلحت عامہ کا جو تقاضہ ہو وہ سب فی سبیل اللہ میں داخل ہے کیونکہ اگر اس کے پاس مال زکوۃ میں ایسا مال ہو جس کے ذریعہ وہ اس کی آبیاری کا سامان کر سکے تو اس کو اس سے سیراب کرے اس لئے کہ اس کا شمار بھی فی سبیل اللہ میں ہے اور اگر اس سے مجاہدین مراد لیں۔ تو جو لوگ اپنے نفس سے جہاد کرنے میں مشغول ہوں وہ بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہیں کہ زکوۃ کے ذریعہ وہ مجاہدہ نفس میں مدد لیتے ہیں۔

اس کے بعد نسبتاً کم درجہ کی توسیع علامہ صنعانیؒ کے ہاں ملتی ہے، انہوں نے مجاہدین پر قیاس کرتے ہوئے قضاۃ مفتیین اور مدرسین کو بھی اسی زمرہ میں رکھا ہے:

ويلحق به من كان قائماً بمصلحة عامة من مصالح المسلمين كالقضاء و الافتاء والتدريس وإن كان غنياً[7]

ترجمہ: اس سے وہ لوگ بھی ملحق ہیں جو مسلمانوں کی مصالح میں سے کسی عام مصلحت کو انجام دینے میں مشغول ہوں ۔ جیسے: قضاء، افتاء، تدریس اگرچہ وہ غنی ہوں۔

یعنی اگر کوئی ایسا ہے جو دوسرے دینی کام جیسا کہ مسلمانوں کے درمیان کسی رفاہی کام میں مشغول ہو یا کوئی ایسا ہو جو مسلمانوں کے درمیان انصاف کے معاملے کے لئے منصب قضاء پر فائز ہو یا کوئی ایسا عالم جو فتویٰ دیتا ہو اور وہ عالم جو درس و

---

[6] ایضاً

[7] الصنعانی، محمد بن اسماعیل الامیری، سبل السلام شرح بلوغ المرام، (القاہرہ مصر، دارالحدیث، 1318ھ)، جلد دوم، ص634

تدریس میں مشغول ہو ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے اگرچہ وہ زکوۃ کے مستحق نہ بھی ہوں یعنی غنی ہوں تب بھی ان کے کام کی وجہ سے وہ "فی سبیل اللہ" کے حقیقی مصداق ہیں۔

برصغیر پاک وہند کے اولین محدث اور فقیہ امام شاہ ولی اللہؒ نے صراحت کے ساتھ اس مد کی کوئی ایسی تشریح نہیں کی ہے جو وسعت کو بتاتی ہو لیکن ان کی بعض عبارتوں سے مترشح ہے کہ مصارف زکوۃ میں وہ تحدید وحصر کے قائل نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید کی تعبیر کو محض حصر اضافی مانتے ہیں، فرماتے ہیں:

فالحصر في قوله تعالى (انما الصدقات اضافي بالنسبة إلى ما طلبه المنافقون في صرفها في ما يشتهون على ما يقتضيه سياق الآية و السر في ذالك ان الحاجات غير محصورة وليس في بيت المال في البلاد الخالصة للمسلمين غير الزكوة كثير مال فلا بد من توسعة لتكفى نوائب المدينة.[8]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "انما الصدقات" میں حصر اضافی ہے منافقین، صدقات کو ان کی خواہشات کے مطابق صرف کرنے کا مطالبہ کرتے تھے، یہ حصر اسی کے مقابل ہے، آیت کے سیاق کا تقاضہ یہی ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ حاجتیں بے شمار ہیں۔ مسلمانوں کے خالص ممالک کے بیت المال میں زکوۃ کے سوا بہت سارا مال نہیں۔ الہذا اس میں توسع ضروری ہے تاکہ یہ شہر کے ہنگامی مسائل کے لئے بھی کفایت کرے۔"

سترہویں صدی کے صنعتی اور فکری انقلاب کے بعد مغرب بڑی قوت سے اسلام پر حملہ زن ہوا اور اس نے عالم اسلام پر فکری اور نظری یلغار اپنے تمام وسائل کے ساتھ شروع کر دی۔ دوسری طرف اسلام کے خادمین اور اس کے فکری و علمی محافظین کا رشتہ حکومت وسلطنت سے کٹ کر رہ گیا اور وسائل وذرائع سے محرومی ان کے سامنے ایک سوالیہ نشان بن گئی کہ ان حالات میں جبکہ باطل پورے مادی وسائل کے ساتھ علم و قلم کی شمشیر بے نیام لے کر بڑھ رہا ہے، اسلامی سلطنتیں مغربی تہذیب کے سامنے سرنگوں ہو چکی ہیں اور ان کے بیش قدر ذرائع میں ثقافت و تہذیب کے نام پر بددینیوں کے لئے تو وافر حصہ ہے لیکن حفاظت اسلام کے لئے نہ صرف کوئی حصہ نہیں بلکہ وہ ایک جرم کا درجہ رکھتا ہے ان حالات میں وہ اسلام کی فکری مورچہ بندی اور اہل باطل کی صف شکنی اور مدافعت کے لئے کہاں سے وسائل لائیں؟ اس صورت حال نے پورے جذبہ اخلاص کے ساتھ ان کو راہ بتائی کہ "فی سبیل اللہ" کے معروف مفہوم کی بجائے اس کے لغوی معنی کو اختیار کرتے ہوئے زکوۃ سے اس

---

[8] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، (بیروت لبنان، دار ابن کثیر، 1990ء)، جلد دوم، ص146

ضرورت کی تکمیل کی جائے۔ چنانچہ معاصر اہل علم میں سے جس نے وسعت و کشائش کا آوازہ بلند کیا وہ صاحب المنار علامہ رشید رضا مصریؒ تھے۔[9]

اس کے بعد علامہ سید سلمان ندویؒ[10] مولانا ابو الکلام آزاد[11] نواب صدیق حسن خان[12] ماضی قریب کے علماء میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ[13] شامل ہیں البتہ ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ نے اس تحدید و توسیع کے دوران ایک درمیانی راہ نکالی کہ فی سبیل اللہ سے مراد تو مجاہدین ہی ہیں لیکن جہاد سے صرف جہاد بالسیف ہی مراد نہیں ہے بلکہ جہاد بالقلم اور جہاد باللسان وغیرہ بھی اس میں داخل ہے۔[14] ہر چند کہ قرضاوی صاحب نے رشید رضا کی بے روک ٹوک توسیع پر نقد کر کے یہ راہ وسط نکالی ہے لیکن "جہاد" کے مفہوم میں اس عموم کے بعد حقیقت یہی ہے کہ رشید رضا اور علامہ قرضاوی کی رائے میں عملاً کوئی بڑا فرق باقی نہیں رہ پاتا۔

متاخرین اور معاصر اہل علم کے دلائل

"فی سبیل اللہ" کی تعیین میں عموم اور توسع کو اختیار کرنے والوں کے ہاں دلائل کے انبار ہیں مگر یہاں چند ایک کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے تا کہ ان کا نقطہ نظر سمجھا جا سکے۔

- فی سبیل اللہ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عام ہے اور کتاب و سنت میں جو عام وارد ہوں، وہ اپنے عموم پر باقی رہتے ہیں، سوائے اس کے کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالی نے اسی عموم سے استدلال کیا گیا ہے۔[15]
- قرآن مجید نے بعض مصارف پر لام داخل کیا ہے جو تملیک کے معنی میں ہوتا ہے۔ گویا ان مصارف میں افراد و اشخاص کی حاجت روائی اور ان کو مالک بنانے کی طرف اشارہ ہے جبکہ بعض مصارف پر فی داخل کیا گیا ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مد سے اشخاص و افراد بذات خود مراد نہیں ہیں بلکہ شریعت کی کچھ خاص مصلحتیں پیش نظر ہیں کہ زکوۃ

---

[9] رشید رضا، تفسیر المنار بتحقیق محمد شیخ عبدہ، (دار احیاء التراث العربی، 1999ء) جلد دہم، ص206، 207۔

[10] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، (کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1989ء)، جلد پنجم، ص126۔

[11] ابو الکلام آزاد، ترجمان القرآن، (دہلی، ساہتیہ اکیڈمی، 1988ء)، جلد پنجم، ص319۔

[12] القنوجی، نواب صدیق حسن خان، الروضۃ الندیۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س،ن،د)، جلد اول، ص206۔207۔

[13] اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، (لاہور، فاران فاؤنڈیشن، 1997ء)، جلد سوم، ص192۔

[14] القرضاوی، ڈاکٹر محمد یوسف، فقہ الزکوۃ، (کراچی، البدر پبلیکیشنز، 2007ء)، جلد دوم، ص258، 257۔

[15] الرازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، (بیروت، دار الفکر، 1427ھ)، جلد گیارھویں، ص112۔

کے ذریعہ ان کی تکمیل کی جائے۔ لہٰذا" جہاد فی سبیل اللہ کی مصلحت کی اور مقصود کی جن ذرائع سے بھی تکمیل ہوتی ہو، تکمیل کی جائے گی۔

- مصارف زکوۃ پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر اس کے دو مقاصد ہیں، ایک مقصد فقراء کی حاجت کو پورا کرنا ہے، دوسرا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ فقراء و مساکین، ابن سبیل، غارمین اور عاملین وغیرہ پہلے مقصد کو پورا کرتے ہیں جب کہ مؤلفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ سے دوسرے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ فی زمانہ چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بالسیف سے بڑھ کر جہاد بالقلم کی ضرورت ہے اور آج کارگاہ مقابلہ صحافت، ادب، تصنیف و تالیف اور علم و فن بن چکا ہے، اس لئے شریعت کے اس منشاء مصلحت کی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہیں کہ فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت برتی جائے۔
- قرن اول میں فی سبیل اللہ سے بعض صحابہ نے "حج" مراد لیا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ اس سے مراد حجاج اور عمرہ کرنے والے ہیں[16] اسی طرح کا قول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، نیز امام بخاریؒ نے ابو العاص سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ان کو صدقہ کا اونٹ عطا فرمایا تھا۔[17]

اس سے معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کی مد مجاہدین میں منحصر نہیں ہے۔ فقہاء متاخرین کے یہاں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ انہوں نے طلبہ علوم دینیہ کو بھی اس مد میں شمار کیا ہے فقہاء مالکیہ نے تو بانگ دہل غنی طلبہ کو بھی اس مد میں شامل رکھا اور وجہ بتائی ہے کہ وہ بھی مجاہدین ہیں۔ چنانچہ علامہ صاویؒ کا بیان ہے:

مذهب مالك أن طلبة العلم المنهمكين فيه لهم الأخذ من الزكوة ولو غنيا إذا انقطع حقهم من بيت المال لأنهم مجاهدون[18]

ترجمہ: امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ طلبہ جو علم میں منہمک ہوں، ان کے لئے زکوۃ لینا درست ہے۔ گو وہ مال دار ہوں، بشرطیکہ بیت المال سے ان کا حق مسدود ہو گیا ہو اس لئے کہ وہ مجاہدین ہیں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کی آراء اور دلائل

---

[16] القرطبی، محمد بن احمد ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، (بیروت لبنان، موسسۃ الرسالہ، 2007ء) جلد ہشتم، ص186۔

[17] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب قولہ تعالی والغارمین وفي سبیل اللہ وابن السبیل، رقم الحدیث:1249۔

[18] الصاوی، احمد بن محمد المالکی، حاشیہ صاوي علی تفسیر الجلالین، (بیروت، دار الجمیل، س،ن،د)، جلد دوم، ص154۔

یہ وہ دوسرا گروہ ہے جو "فی سبیل اللہ" میں توسع یعنی عموم نہیں بلکہ وہ اس کی تخصیص کے قائل ہیں۔ ان کے ہاں "فی سبیل اللہ" سے مراد مجاہدین فی سبیل اللہ مراد ہیں۔ یعنی وہ جماعت یا گروہ یا شخص جو اللہ تعالیٰ کے لئے دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اللہ کے راستے میں دشمنوں سے جہاد کرتا ہے وہ اس کا حقیقی مصداق ہے۔ اس رائے کو اختیار کرنے میں ائمہ اربعہ متفق ہیں جبکہ جمہور علمائے فقہ بھی اسی رائے کو اختیار کرتے ہیں۔

علمائے احناف کی رائے علامہ طحطاویؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

قوله في سبيل الله هو منقطع الغزاة والحاج[19] یعنی فی سبیل اللہ سے مراد وہ شخص ہے جو جہاد کے راستے میں ہے اور حاجی یعنی وہ شخص جو حج کے راستے میں نکلا ہوا ہے۔ شارح ھدایہ عینی کا بیان ہے: سبيل الله عبارة عن جميع القرب لكن عند الإطلاق يصرف إلى الجهاد[20] یعنی سبیل اللہ میں تمام نیکیاں شامل ہیں لیکن جب یہ لفظ مطلق ہو تو اس سے جہاد مراد ہو گا۔ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: الطاعات كلها في سبيل الله ولكن عند إطلاق هذا اللفظ المقصود بهم الغزاة عند الناس[21] یعنی بلاشبہ تمام طاعتیں فی سبیل اللہ میں داخل ہیں لیکن جب یہ لفظ مطلق ہو تو ان سے مقصود مجاہدین ہیں۔

شوافع کے نقطہ نظر کی ترجمانی علامہ سیوطیؒ نے ان الفاظ میں کی ہے: القائمين بالجهاد لمن لا في لهم ولو اغنياء[22] یعنی کار جہاد انجام دینے والے، جن کا وظیفہ مقرر نہ ہو، اگرچہ وہ مالدار ہوں۔ قرطبی نے مالکیہ کی رائے نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں فی سبيل الله وهم الغزاة[23] یعنی فی سبیل اللہ کا لفظ گو اپنے معنی کے اعتبار سے عام ہے، مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس آیت میں مجاہدین ہی اس کا مصداق ہیں چنانچہ ابن عربی نے امام مالک کا ایک قول نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

سبل الله كثيرة ولكني لا أعلم خلافا في أن المراد بسبيل الله ها هناالغزو من جملة سبيل الله[24]

---

[19] طحطاوی، احمد بن محمد بن اسماعیل، حاشیہ علی مراقی الفلاح، (بیروت لبنان، دارالکتب العلمیہ، 1417ھ)، جلد دوم، ص472۔

[20] بدر الدین العینی، محمود بن احمد، البنایۃ علی الھدایہ، (بیروت لبنان، دارالکتب العلمیہ، 1421ھ)، جلد دوم، ص1258۔

[21] السرخسی، محمد بن احمد السھل، المبسوط، (بیروت لبنان، دارالمعرفہ، 1409ھ)، جلد سوم، ص10۔

[22] السیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین، (بیروت لبنان، موسستہ الرسالہ، 1414ھ) جلد ثانی، ص161۔

[23] القرطبی، محمد بن احمد ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، جلد ہشتم، ص185۔

[24] ابن العربی المالکی، ابو بکر محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن، (، (بیروت لبنان، دارالکتب العلمیہ، 1419ھ)، جلد دوم، ص969۔

ترجمہ: اللہ کے راستے بہت ہیں۔ لیکن میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں اللہ کے راستے سے جہاد مراد ہے، جو من جملہ اللہ کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔"

حنابلہ کے یہاں بھی مجاہدین اس کا مصداق اولین ہیں چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

أما في سبيل الله فمنهم الغزاة الذين لا حق لهم في الديوان عند الامام احمد[25]

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ائمہ مجتہدین کے ہاں "فی سبیل اللہ" کے حقیقی مصداق مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی نے علامہ سکاکیؒ کا قول نقل کیا ہے:

وقال السكاكي: منقطع الغزاة وهو المراد من قوله في سبيل الله عند أبي حنيفة وأبي يوسف والشافعي و مالك وعند أحمد و محمد منقطع الحاج [26]

ترجمہ: سکاکیؒ کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک وہ مجاہدین ہیں، جن کے پاس سامان سفر نہ ہو۔ امام احمد اور امام محمد رحمھما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے سامان سفر سے محروم حاجی مراد ہے۔"

ائمہ مجتہدین تک ہمیں فی سبیل اللہ کے مصداق کی تعیین میں صرف دو مواقع پر توسع نظر آتا ہے، ایک یہ کہ مالکیہ کے یہاں مجاہدین کی مد کے علاوہ آلات جہاد کی فراہمی اور دفاعی تیاریوں پر بھی اس کے خرچ کی اجازت ہے۔[27] امام محمدؒ کے نزدیک ایسے حاجی کو بھی اس مد سے دیا جا سکتا ہے جو حج فرض ہونے کے بعد استطاعت حج سے محروم ہو گیا ہو لیکن دیگر علمائے احناف نے عام طور پر امام محمد کے اس قول کو قابل ترجیح نہیں کہا ہے۔ اکثر متون میں اس کو صیغہ تمریض کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔[28] لیکن مجموعی طور پر بہر حال ائمہ مجتہدین اس بارے میں متفق ہیں کہ "فی سبیل اللہ" سے مراد یہاں مجاہدین مراد ہیں۔

ائمہ مجتہدین اور جمہور کے دلائل

جمہور فقہاء جو اس مد کو مجاہدین اور غزاۃ تک محدود مانتے ہیں، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

---

[25] ابن کثیر، التفسیر القرآن العظیم المعروف بہ تفسیر ابن کثیر، (مصر، دار ابن جوزی، س،ن،د) جلد دوم، ص380۔

[26] بدر الدین العینی، محمود بن احمد، البنایۃ علی الھدایہ، جلد دوم، ص128۔

[27] الصاوی، احمد بن محمد المالکی، حاشیہ صاوي علی تفسیر الجلالین، جلد دوم، ص155۔

[28] ابن عابدین، محمد بن عمر، رد المختار، (اندلس، دار العالم الکتب، 1418ھ)، جلد سوم، ص289۔

- انما کا لفظ عربی زبان میں حصر کو بتلاتا ہے اور فی سبیل اللہ کو لغوی معنی کے اعتبار سے عام رکھا جائے تو پھر مصارف زکوۃ میں کوئی تحدید باقی نہیں رہتی۔
- زکوۃ کے آٹھ مصارف کی تعیین اس بات کی متقاضی ہے کہ ان تمام مدات میں نوعیت کا اختلاف پایا جائے لیکن فی سبیل اللہ میں اگر اس درجہ عموم روا رکھا جائے تو ادنی تکلف کے بغیر بقیہ ساتوں مصارف بھی فی سبیل اللہ کے تحت آجاتے ہیں۔
- احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ مصارف میں تحدید اور انحصار ہی شارع کا منشاء ہے اور فی سبیل اللہ میں عموم کے بعد اس منشاء کی تکمیل ممکن نہیں چنانچہ ابو داؤد میں مروی ہے:

عن زياد بن حارث الصدائي قال: أتيت رسول الله فبايعته وذكر حديثاً طويلاً فأتاه رجل فقال أعطنى من الصدقة، فقال له رسول الله صلى الله عيله وسلم: إن الله لم يرض بحكم نبي ولا غيره في الصدقات حتى حكم فيها هو فجزء ها ثمانية أجزاء فان كنت من تلك الأجزاء أعطيتك حقك[29]

ترجمہ: زیاد بن حارث صدائیؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے بیعت کی، زیاد نے ایک طویل حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے صدقہ دیجئے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ صدقات کے معاملہ کو اللہ تعالی نے نبی یا کسی اور کی مرضی پر نہیں رکھا ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں خود فیصلہ فرمادیا اور آٹھ صنفیں مقرر کر دیں۔ اگر تم ان میں سے ہو تو میں تم کو تمہارا حق دے دوں۔"

- فی سبیل اللہ کی حیثیت ایک اصطلاح شرع کی ہے، لہذا جب یہ لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مجاہدین فی سبیل اللہ ہی مراد ہوں گے، چنانچہ امام مالک کا قول بھی پیچھے گزر چکا ہے کہ فی سبیل اللہ سے جہاد مراد لینے میں کسی کا اختلاف میرے علم میں نہیں ہے۔

[29] ابو داؤد، محمد بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، رقم الحدیث:1835۔

- اجماع منعقد ہو چکا یعنی چوتھی صدی ہجری تک فی سبیل اللہ کے مصداق میں دو کے سوا کوئی تیسرا قول نہیں ملتا، ایک مجاہدین اور متعلقات جہاد دوسرے حجاج گویا ائمہ مجتہدین کے دور میں اس پر اجماع منعقد ہو چکا، اس کے بعد کسی اور رائے کا اظہار گویا خرق اجماع کے مترادف ہے۔
- مصارف زکوۃ کی آیت سے پہلے قرآن مجید میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہے، اور انفروا خفافاً وثقالا کی ترغیب دی گئی ہے۔[30] قرآن مجید کا عام اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ کے ذکر کے بعد جب دوسرے مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو ان دونوں میں کوئی مناسبت اور باہمی ربط ہوا کرتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مجاہدین فی سبیل اللہ مراد ہیں۔[31]

جمہور کی طرف سے فی سبیل اللہ میں مجاہدین کی تخصیص پر یہ استدلال کہ اس سے پہلے جو جہاد کا مضمون آیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں بھی فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہو یہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ منافقین و نماز وروزہ ظاہر کر لیتے تھے، لیکن سب سے زیادہ جہاد سے راہ فرار اختیار کرتے تھے، اس لئے ترغیب جہاد کے بعد روئے سخن منافقین کی طرف ہوا اور چونکہ منافقین مفت خوری کے متمنی رہتے تھے اس لئے ایک طرف ان کے اس مزاج و مذاق کی مذمت کی گئی اور دوسری طرف یہ وضاحت بھی کر دی گئی کہ زکوۃ وصدقات کے مصرف کون لوگ ہیں؟ اس طرح فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تحدید و حصر کے بغیر بھی آیت کے سیاق وسباق سے اس کا ربط قائم رہتا ہے۔

مسئلہ کی اصل اور بنیاد

اصل میں اس مسئلہ میں جو بات اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن کی تعبیرات عام طور پر اس کے لغوی معنی میں استعمال ہوتی ہیں اور یہی اس کے عربی مبین ہونے کا تقاضہ ہے،[32] لیکن بیسیوں اصطلاحات ہیں جن کو قرآن مجید ایک خاص معنی و مفہوم میں استعمال کرتا ہے۔ صلوۃ وصوم، زکوۃ وحج، طہارت، معروف ومنکر، دین وشریعت وغیرہ۔ یہ اس کی خاص اصطلاحات ہیں۔ جب سیاق وسباق، اصطلاحات، اس سے متعلق افعال اور اس کے لغوی معنی اس کی شہادت نہ دیتے ہوں تو ان کو خاص انہیں اصطلاحی معنوں پر محمول کیا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کی حیثیت کیا ہے؟ جن لوگوں نے

---

[30] التوبۃ:41

[31] السید حوصی، الاساس فی التفسیر، (القاہرہ، دار السلام، 1424ھ) جلد چہارم، ص231۔

ابن عابدین، محمد بن عمر، رد المختار، (اندلس، دار العالم الکتب، 1418ھ)، جلد سوم، ص286۔

اس میں عموم برتا ہے، انہوں نے اس کو سادہ لغوی معنی پر محمول کیا ہے اور جن حضرات نے مجاہدین فی سبیل اللہ کی تحدید کی ہے، انہوں نے اس کو ایک شرعی اور قرآنی اصطلاح کی نظر سے دیکھا ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی، قاضی ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ کی رائے کے مطابق مجاہدین کے ساتھ اس کی تخصیص پر یہی استدلال کرتے ہیں کہ لأن سبيل الله إذا أطلق في عرف الشرع يراد به ذلك[33] یعنی شریعت کے عرف کے مطابق جب مطلق سبیل اللہ بولا جائے تو اس سے مجاہد فی سبیل اللہ ہی مراد ہوتا ہے۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

لأن في سبيل الله عند الإطلاق إنما ينصرف إلى الجهاد فإن كل مافي القرآن من ذكر سبيل الله إنما يريدبه الجهاد إلا اليسير فيجب ان يحمل ما في الآية على ذلك[34]

ترجمہ: اس لئے کہ سبیل اللہ جب مطلق ہو تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں چند جگہوں کو چھوڑ کر جہاں بھی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے اس سے جہاد ہی مراد ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت میں بھی فی سبیل اللہ کو اس معنی پر محمول کیا جائے۔

لغت کی مشہور کتابوں میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ناقل ہیں:

و إذا أطلق فهو في الغالب واقع على الجهاد حتى صار لكثرة الإستعمال كأنه مقصور عليه[35]

ترجمہ: جب فی سبیل اللہ کا لفظ مطلق ہو تو اکثر اس سے جہاد ہی مراد لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کثرت استعمال کی وجہ سے یہ لفظ ایسا ہو گیا ہے کہ گویا اس کا صرف یہی معنی ہے۔

لسان العرب میں کہا گیا ہے:

و إذا أطلق في الغالب فهو واقع على الجهاد حتى صار لكثرة الاستعمال كأنه مقصور عليه [36]

ترجمہ: جب یہ لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے، یہاں تک کہ کثرت استعمال کی وجہ سے یہ لفظ ایسا ہو گیا ہے کہ گویا اس کا یہی معنی ہے۔

---

[33] الکاسانی، علاء الدین ابو بکر مسعود، بدائع الصنائع، (مصر، دار الکتب العلمیہ، 1327ھ)، جلد دوم، ص 804۔

[34] ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ، المغنی، (القاہرہ، مکتبۃ القاہرہ، 1421ھ)، جلد ششم، ص 470۔

[35] الزبیدی، محمد مرتضی الحسینی، تاج العروس، (بیروت، دار إحياء التراث العربي، 1428ھ)، جلد ہفتم، ص 366۔

[36] ابن منظور، محمد بن مکرم ابو الفضل، لسان العرب، (بیروت، دار صادر، 1988ء) جلد گیارھویں، ص 320۔

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں فی سبیل اللہ کے لئے معنی جہاد سے انحراف کا قرینہ موجود نہ ہو، وہاں فی سبیل اللہ سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ ہاں کسی خاص فعل کے سیاق میں یا حالات کی تبدیلی کی وجہ سے کہیں اس سے مختلف معنی مراد لیا گیا ہو تو وہ اس کے برخلاف نہیں مثلاً صلوٰۃ ایک اصطلاح شرعی ہے لیکن بعض جگہ لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے وصل علیهم إن صلواتك سكن لهم[37] یہاں صلوۃ بمعنی دعا وارد ہوا ہے۔

فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ایک شرعی اصطلاح

اس میں شبہ نہیں کہ جہاد کے لغوی معنی مطلق سعی و کوشش کے ہیں۔ اس لحاظ سے دین کی سربلندی کی ہر کوشش فی الجملہ جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اسی مادہ اشتقاق کی رعایت سے نصوص میں بعض مقامات پر زبان و قلم کے ذریعہ ہونے والی دینی مساعی پر بھی جہاد کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن یہ صورتیں اصطلاحی جہاد بہر حال نہیں ہیں، یہ ویسے ہی ہے کہ جیسے آپ ﷺ نے ایک مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[38] یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ مؤمن کے بارے میں فرمایا گیا: لا يؤمن من لا يامن جاره بوائقه[39] یعنی وہ مؤمن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ یا ارشاد ہوا: المهاجر من هجر ما نهى الله عنه[40] مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی بات سے باز رہے۔

ظاہر ہے کہ ان روایات میں اسلام اور ہجرت کے بعض تقاضوں کی طرف کمال لطافت کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے، یہی حال ان روایات کا ہے جن میں قلم ولسان کی مساعی اور سلطان جائر کے ساتھ کلمہ حق کی جرات اظہار کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام غزالیؒ نے اسماء شرعیہ کے متعلق صحیح لکھا ہے کہ اس میں گو معنی لغوی سے مکمل عدول و انحراف نہیں ہوتا، لیکن شریعت اس کے مصداق میں تصرف بھی ضرور ہی کرتی ہے اور بعض دفعہ اس کے عموم و اطلاق میں تخصیص سے کام لیتی ہے۔[41] اس لئے اس آیت میں بھی "جہاد" کے معنی میں عموم صحیح نظر نہیں آتا، اسی لئے بہت سے فقہاء نے جہاد فی سبیل اللہ

---

[37] توبہ: 203۔

[38] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، رقم الحدیث: 10۔

[39] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المقدمات، رقم الحدیث: 6016۔

[40] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، رقم الحدیث: 1۔

[41] الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفیٰ، الفصل الرابع في الاسماء الشرعیہ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993)، جلد اول، ص 230۔

کی بجائے جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں:وهم الغزاة وموضع الرباط يعطون ما ينفقون في غزوهم كانوا أغنياء أو فقراء[42]یعنی اس کا مصداق مجاہدین اور سرحدات پر رہنے والے ہیں، ان کو دیا جائے گا تا کہ یہ جہاد میں خرچ کریں۔ چاہے وہ مال دار ہوں یا محتاج۔ حافظ ابن حجر کا بھی یہی قول ہے: فالا كثر على أنه يختص بالغازي[43]

نتیجہ بحث:

آیت مصارف زکوۃ میں "فی سبیل اللہ" کے مصداق کے لئے دو نقطہ نظر نمایاں ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کے نزدیک "فی سبیل اللہ" میں عموم اور توسع ہے۔ وہ قرآن کی اس اصطلاح کو لغوی معنیٰ پر محمول کرتے ہیں یعنی جدوجہد کرنا، کوشش کرنا چنانچہ وہ دین حق کے ہر راستے کی جدوجہد کو فی سبیل اللہ کے تحت داخل کرتے ہیں۔ ان کے ہاں دین کی سربلندی کی ہر کوشش فی الجملہ جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اسی مادہ اشتقاق کی رعایت سے نصوص میں بعض مقامات پر زبان و قلم کے ذریعہ ہونے والی دینی مساعی پر بھی جہاد کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس نقطہ نظر کے قائلین میں متاخرین علماء اور معاصر اہل علم کے بڑے نام شامل ہیں۔

جبکہ دوسری طرف ائمہ مجتہدین اور اکثر فقہاء کا مذہب ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ اپنے عمومی معنیٰ میں نہیں بلکہ وہ اس میں تخصیص اور تحدید کو لازمی سمجھتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فی سبیل اللہ جب مطلق ہو تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں چند جگہوں کو چھوڑ کر جہاں بھی فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے اس سے جہاد ہی مراد ہے۔ بلکہ امام مالک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ کے راستے بہت ہیں۔ لیکن میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں اللہ کے راستے سے جہاد مراد ہے۔

طرفین کے پاس اپنے نقطہ نظر کے لحاظ سے درجنوں دلائل موجود ہیں۔ معاصر علماء میں ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ نے درمیانی صورت کو اختیار کیا ہے جس میں وہ جہاد کو شامل کرتے ہوئے جہاد کی اقسام میں جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کو شامل کرتے ہیں۔

---

[42] القرطبی، محمد بن احمد ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، (بیروت لبنان، موسسۃ الرسالہ، 2007ء) جلد ہشتم، ص185۔

[43] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علي بن حجر، فتح الباری، (مصر، المکتبۃ السلفیہ، 1417ء)، جلد سوم، ص232۔